اداریہ

شہر مقدس قم ، ایران میں واقع اسلامک اسکول آف آرٹ[1] نے فروری ۲۰۱۶ میں فن کے فقہی پہلوؤں پر بحث و گفتگو کے لئے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا۔ کانفرنس کے منتظمین اور متعلقہ علمی شخصیات نے آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای سے ملاقات کی ۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر یہاں پر معظم لہ کی گفتگو کو بہ طور اختصار اداریہ کے طور پر پیش کیا جارہاہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بہت بڑی خوشخبری ہے کہ دینی علوم کا مرکز، فقہی نقطہ نظر سے آرٹ کا جائزہ لینے کے لئے آمادہ ہے۔ظاہر ہے دینی علوم کے مرکز سے یہ توقع تو نہیں کی جاسکتی کہ وہاں سے فلمساز، شاعر، نقاش یا مجسمہ ساز نکلیں گے۔ تاہم یہ توقع ضرور ہے کہ فن کے باب میں اسلامی بنیادوں کو بیان کیا جائے جس کی اہمیت کے بارے میں ابھی میں کچھ باتیں عرض کروں گا۔

پہلے مرحلے میں اس بات کی ضرورت ہے کہ تحقیق کی جائے اور نئے پہلو دریافت کئے جائیں اور پھر عوام الناس کے لئے اور معاشرے کے لئے ان کی تشریح کی جائے۔آپ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ یہ بہت مبارک قدم ہے۔ میں واقعی تہہ دل سے آپ سب کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس پہلو پر غور کیااور یہ کام انجام دیا۔

بحمد اللہ بہت اچھے اور نمایاں افاضل اس میدان میں وارد ہوئے ہیں۔بس اس کام کو بیچ میں ادھورا نہ چھوڑئے، رکنے نہ دیجئے۔ بالکل اسی انداز سے کام کیجئے جس انداز سے تجارتی لین دین سے متعلق فقہی مسائل کے بارے میں ہم کام کرتے ہیں یا عبادات سے متعلق فقہی مسائل کے بارے میں کام کرتے ہیں۔ جس طرح ہم اقتصادیات سے متعلق فقہی مسائل پر یا سماجی امور کے فقہی پہلوؤں پر کام کرتے ہیں، بالکل اسی انداز سے فن و آرٹ کے فقہی پہلوؤں پر کام کریں۔ یعنی ہمارا عالم دین حقیقت میں فن کے میدان میں بھی، یعنی خود فن کے موضوع پر بھی اور فن کی گوناگوں قسموں کے بارے میں بھی صریح اور

۱۔ مدرسہ اسلامی ہنر (اسلامک اسکول آف آرٹ) : حوزہ علمیہ قم، ایران کا پہلا تعلیمی اور تحقیقی ادارہ جو آرٹ کی دینی بنیادوں پر تحقیق کے ساتھ ساتھ آرٹ کی نظریاتی اور عملی تعلیم کے لئے قائم کیا گیاہے۔

شفاف نظریہ رکھتا ہو۔ اگر اختلاف نظر پیدا ہوتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ چنانچہ دیگر فقہی ابواب کے بارے میں اختلاف رائے موجود ہے۔ کوئی ایک نظریہ رکھتا ہے تو دوسرے فقیہ کی رائے کچھ اور ہوتی ہے۔

مگر اس اختلاف رائے کا مجموعی نتیجہ فقہ کی پیشرفت کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ آج فقہ کا میدان شیخ طوسی کے زمانے کے فقہی میدان جیسا نہیں ہے۔ حالانکہ اس وقت بھی فقہی مسائل میں اختلاف رائے تھا مگر اب فقہ نے کافی ترقی کر لی ہے۔ مباحث کا عمق اور ان کی باریکیاں بڑھ گئی ہیں، زیادہ سے زیادہ تفصیلات تک بحث پہنچ چکی ہے۔ یہی سب کچھ اس میدان میں بھی ہوگا۔

فن و ہنر کا موضوع بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ فن انسانی زندگی کا جز ہے۔ بذات خود فن وجود انسانی کے لوازمات میں سے ہے، جیسے دوسرے بہت سے لوازمات ہیں۔ فنون کے تمام شعبے یہی خصوصیت رکھتے ہیں۔ ان کے فنکار الگ الگ ہوتے ہیں مگر یہ پہلو سب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے کہ وہ فن، ذوق و تخیل سے جنم لیتا ہے۔ فکری پرواز اور پختہ ذوق سے فن کو وجود ملتا ہے۔ البتہ مہارت، تجربہ، گہرائی، یہ سب چیزیں بھی ساتھ ساتھ ہوتی ہیں، لیکن اصلی جوہر ہے ذوق۔

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ہماری دینی درسگاہوں کے فقہاء کے درمیان فن اور آرٹ اپنے اس نام کے ساتھ تو موضوع بحث نہیں بنا، مگر دینی درسگاہوں میں عظیم فنکار پیدا ہوئے۔ بعض نے شوقیہ طور پر، مگر بعض نے تو باقاعدہ ماہرانہ انداز میں اس میدان میں قدم رکھا۔ مثال کے طور پر سید محمد سعید حبّوبی باقاعدہ ایک مستند شاعر ہیں، ممتاز عرب شاعر ہیں۔ اسی طرح آپ دیکھئے کہ سید محمد ہندی یا سید رضا ہندی جنہوں نے طولانی قصیدے کہے ہیں، یہ نجف کے مستند شعرا میں سے ہیں۔ یہ بہت قدیم زمانے کی بات بھی نہیں ہے۔ یا سید رضی، میں نے کئی سال پہلے ایک صاحب ذوق عرب سے کہا کہ سید رضی کے اشعار اور ایک دوسرے شخص کی شاعری کا جس کا نام میں نہیں لینا چاہتا، البتہ وہ معروف انسان اور نامور شاعر ہیں، تقابلی جائزہ لیں، انہوں نے کہا کہ کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ وہ صاحب ذوق عرب ایک شعر شناس انسان تھے۔ میں عربی شاعری کا جائزہ ایک عرب کی طرح نہیں لے سکتا اور یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ شعر کا وزن اور اس کی رفعت کیا ہے۔ اس کی تشخیص عرب شاعر ہی کر سکتا ہے۔ اس شاعر کا کہنا تھا کہ ان دونوں کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ یعنی سید رضی کی شاعری عربی ادب کی صف اول کی شاعری میں شامل تھی۔ یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ سید رضی نے صرف شوقیہ طور پر نہیں بلکہ ماہرانہ انداز میں شاعری کی ہے۔ اس طرح

کی مثالیں بہت سی ہیں۔ سید مرتضیٰ بھی شاعر ہیں، محقق حلی بھی شاعر ہیں، ان کے والد علامہ حلی بھی شاعر ہیں۔ ہمارے یہ بزرگ علمائے کرام شاعر تھے۔ وہ شاعری کے میدان میں اترے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب یہ فطری صلاحیت اور یہ ذوق و تخیل کہیں موجود ہوتا ہے تو ظاہر بھی ہوتا ہے خواہ اس ذوق و تخیل کی پرورش کا ماحول نہ بھی ہو۔ ظاہر ہے دینی درسگاہ کا ماحول تو ایسا کبھی نہیں رہا ہے۔

تو فن و ہنر ایک انسانی مسئلہ ہے۔ ہم اس بارے میں یہ بحث نہیں کر سکتے کہ احکام خمسہ (حلال، حرام، مستحب، مکروہ، مباح) میں سے کون سا حکم اس پر نافذ ہوگا۔ یہ طبیعت انسانی کا جز ہے، یہ ایک انسانی حقیقت ہے، یہ ایک بشری پہلو ہے۔ انسان جس طرح دوسرے بہت سے کام انجام دیتا ہے، اسی طرح شاعری کے اس پہلو کے بھی گوناگوں جلوے ہیں۔ یہ جو گوناگوں جلوے ہیں ان کے بارے میں آپ بحث کر سکتے ہیں کہ فقہ کے احکام خمسہ میں سے کون سا حکم ان پر نافذ ہوگا۔ بذات خود فن و ہنر ایک انسانی حقیقت ہے، ایک بابرکت امر ہے، ایک لازمی چیز ہے، ایک امر حقیقی ہے۔

فقہ، بشری زندگی کے تمام امور کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ فقہ کا دعویٰ ہے۔ فقہ ان تمام امور کی شرعی و اسلامی تصویر پیش کرتی ہے جو ایک انسان کی زندگی میں رونما ہو سکتے ہیں، ذاتی و سماجی زندگی میں جن سے انسان کا سابقہ پڑ سکتا ہے۔ فن بھی انھیں امور میں شامل ہے۔ اس بارے میں بھی فقہی بحث ہونی چاہئے۔ بیشک ہم نے تاخیر سے یہ کام شروع کیا، کچھ دیر سے ہم نے اس رخ پر سوچنا شروع کیا۔ یہ کام کافی پہلے شروع ہوجانا چاہئے تھا۔ بہر حال اب بحمد للہ یہ عمل آپ نے شروع کر دیا ہے، اسے آپ ہرگز رکنے نہ دیجئے، لگن سے کام کیجئے۔

جہاں تک سوال اس بات کا ہے کہ دینی علوم کے مراکز سے وابستہ افراد شعر و ادب کی وادی میں اتریں یا نہ اتریں؟ جیسے فلمسازی، تھیٹر اور دوسرے متعدد میدان ہیں، البتہ یہ بالکل الگ بات ہو گئی۔ ظاہر سی بات ہے کہ جب کوئی طالب علم دینی درسگاہ میں وارد ہوتا ہے تو اس کا ایک مقصد ہوتا ہے، اس کا مقصد تجارت نہیں ہے۔ اس کا مقصد معماری بھی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ان چیزوں کی اسے ضرورت نہیں ہے لیکن کوئی ممانعت بھی نہیں ہے کہ ایک انسان اگر ذوق رکھتا ہے تو ان میں سے کسی وادی میں قدم رکھے، البتہ اس شرط کے ساتھ کہ اپنا اصلی ہدف پہلے مد نظر رکھے۔

بیشک اگر کوئی فقیہ چاہتا ہے کہ آرٹ کے بارے میں اظہار خیال کرے تو اسے چاہئے کہ وہ پہلے آرٹ سے آشنائی حاصل کرے۔ اگر اسے اس میدان کی آگاہی نہیں ہے، وہ اس وادی کو نہیں پہچانتا اور اسے

معلوم نہیں ہے کہ فن کیا چیز ہے اور اس فن کے کیا حدود ہیں، اس کی کیا تعریف ہے؟ تو بہت بعید ہے کہ اس کے بارے میں کوئی صحیح رائے قائم کر سکے کیونکہ صحیح حکم کے استنباط کی ایک شرط موضوع کی شناخت ہے۔ موضوع کا بخوبی علم ہونا چاہئے۔ اگر ہم موضوع سے آشنا نہیں ہیں تو صحیح فقہی حکم کا استنباط نہیں کر سکتے لہٰذا میرے خیال میں اس میدان میں کافی کام کرنا ہے۔ خود فن کے بارے میں بھی اور فنون کے فقاہتی پہلوؤں کے بارے میں بھی۔

اس کے بعد فنون کے فقاہتی پہلو پر گفتگو ہونی چاہئے اور اسلام کی نظر سے فنون کی حدود کا تعین کیا جانا چاہئے۔ اگر ہم خود فنون کے بارے میں اسلام کا موقف جاننا چاہتے ہیں تو میرے خیال میں اسلام، آرٹ کو نہ صرف یہ کہ تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کی ترغیب بھی دلاتا ہے۔

قرآن خود ایک فنکارانہ شاہکار ہے۔ آپ غور کیجئے؛ قرآن کریم کی آیتوں میں متعدد مقامات پر جملہ بندی میں تقدم اور تاخر رکھا گیا ہے تاکہ آیتیں مسجع رہیں۔ قرآن میں ایسا متعدد مقامات پر نظر آتا ہے۔ حالانکہ قرآن نہ تو اصطلاحی اعتبار سے سجع کا پابند ہے اور نہ قافیہ کا کیونکہ یہ شعری مجموعہ نہیں ہے۔ ان چیزوں کی اس میں رعایت نہیں ہے مگر اس کے باوجود کلام کی زیبائی کے تقاضے کے تحت بعض جگہوں پر آیتوں کے آخری حصوں کی باہمی مماثلت کو قائم رکھنے کے لئے کچھ چیزیں جملہ معترضہ کے طور پر بیچ میں لائی گئی ہیں۔ یا کلام کا وزن اور اس کا خاص آہنگ ہے۔ قرآن کی آیات کریمہ میں کلمات کے اندر جو موسیقیت ہے اس پر توجہ نہیں دی جا سکی ہے، اس سلسلے میں غفلت رہی ہے۔ کچھ لوگوں نے وزن پر کام کیا اور قرآن کی موزون آیتوں کو تلاش کیا ہے۔ ایسی متعدد آیتیں ہیں جو علم عروض کے اوزان میں سے کسی ایک وزن کی حامل ہیں۔ مگر قرآن کے کلمات کی موسیقیت جو ان جگہوں پر بھی نظر آتی ہیں جہاں وزن نہیں ہے، بیحد عجیب اور بڑی سماعت نواز ہے۔ جو انسان قرآن سے انس رکھتا ہو، آشنا ہو وہ اسے محسوس کر سکتا ہے۔ اس طرح قرآن ایک فن پارہ ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے بھی حق کے طرفدار شعراء کی ترویج کی ہے۔ قرآن بھی اس شاعر کی ترویج کرتا ہے جو اِلَّاالَّذینَ ءامَنوا وَعَمِلُواالصّالِحت[۱] کے زمرے میں آتا ہو۔ ہمارے ائمہ علیہم السلام میں بھی کئی اماموں نے اشعار کہے ہیں۔

۱۔ سورہ شعراء، آیت ۲۲۷

آپ دیکھئے کہ علماء، کتب کے آغاز میں کیا خوبصورت مسجع عبارتیں لکھتے ہیں۔ علماء جو ایک دوسرے کو اجازے دیا کرتے تھے، اجتہاد کا اجازہ، روایتیں نقل کرنے کا اجازہ، ان میں بھی کتنی خوبصورت عبارتوں کی نگارش ہوتی تھی، کیا خوبصورت سجع نظر آتا تھا۔ یہ نگارشیں ہمارے انھیں فقہاء کی ہیں۔ اپنی کتب کی عبارتوں میں بھی ان کا یہی انداز ہوتا تھا۔ جو کتابیں فارسی میں لکھی گئی ہیں اور خاص طور پر ان اواخر کے برسوں میں، ان میں یہ چیز بہت نمایاں نہیں ہے، لیکن مثال کے طور پر مرحوم مجلسی جو فارسی کے اعتبار سے بھی بہت اعلیٰ درجے کی نثر نگاری کرتے تھے، یہ سب فن ہی تو ہے۔ لہٰذا یہ بحث کہ اسلام فن و ہنر کی اجازت دیتا ہے یا نہیں، میری نظر میں بالکل واضح ہے۔ انسانی زندگی کے دیگر فطری پہلوؤں کے مانند فن و ہنر کے سلسلے میں بھی اسلام کی رائے مثبت ہے۔

آج انسانی معاشرے میں فن و ہنر رچا بسا ہے۔ یہ بشر کے متن زندگی میں شامل ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آرٹ محض کوئی اضافی اور تکلفاتی چیز ہو۔ مثال کے طور پر معماری؛ معماری ایک آرٹ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا تعلق انسان کی اصلی زندگی سے ہے۔ انسان جس عمارت میں زندگی بسر کرتا ہے اس کا طرز تعمیر انسان کے ذہن، اس کی روح، اس کے طور طریقوں اور سبک زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ سب واضح اور سامنے کی چیزیں ہیں۔

ہاں اگر فن و ہنر کی گوناگوں قسموں کی بات کی جائے، غنا کی بحث ہو یا مجسمہ سازی کا مسئلہ، اس سلسلے میں حدود کا تعین ہونا ضروری ہے۔ فقہاء کے مشہور فتوے ہیں، جب انسان ان کے تعلق سے گہرائی میں جاتا ہے؛ جیسے منزوحات بئر کا مسئلہ ہے۔ ایک زمانے میں اس بارے میں ایک رائے تھی جو بعد میں بالکل تبدیل ہو گئی۔ امر واقعہ بھی یہی ہے۔ یعنی وہ رائے احتیاط کے تحت قائم کی گئی تھی۔ مجسمہ سازی اور غنا کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ اہم روایتیں بھی اسی آیت کے ذیل میں ہیں؛ لَھوَ الحَدیثِ لِیُضِلَّ عَن سَبیلِ اللہِ بِغَیرِ عِلم[1] یعنی صرف لھو نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی یضل کا لفظ بھی ہے۔ ایک روایت ہے جو اسی آیت کے تناظر میں بات کرتی ہے۔ یعنی حرام ہونے کی یہ شرطیں ہیں۔ روایت تفسیر کا کام کرتی ہے۔ اسی آیت کی تشریح کرتی ہے، کسی اور چیز کی تشریح نہیں کر رہی ہے، اسی آیت کا مفہوم بیان کر رہی ہے۔ بنابریں فنون کے گوناگوں شعبوں کے بارے میں بہت سی نئی باتیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ مثال کے

۱۔ سورہ لقمان، آیہ ٦

طور پر آپ اسٹیج ڈراما کو لے لیجئے! مردوں کا زنانہ لباس پہننا یا عورتوں کا مردوں کے بھیس میں آنا ان شبہات میں سے ہیں جو ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ انسان جب اس سلسلے میں فقہی بحثوں میں اترتا ہے اور گہرائی تک جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو حکم دیا گیا ہے اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اگر کسی نے اسٹیج ڈراما میں مرد ہوتے ہوئے عورت کا لباس پہن لیا یا عورت ہو کر مرد کا لباس پہن لیا تو اس میں کوئی مضائقہ ہے۔ لہٰذا میرا خیال ہے کہ اس میدان میں بہت کچھ کیا جا سکتا ہے اور یہ افاضل افراد کا کام ہے۔

البتہ حضرات نے جو کلیدی نکتہ بیان کیا وہ فقہی نظم و ضبط ہے۔ یعنی ہم ماحول سے متاثر ہو کر رائے قائم نہ کرنے لگیں۔ مثال کے طور پر معاشرے میں ایک ماحول ہے جس کی وجہ سے ہمارے اوپر دباؤ ہے کہ جناب آپ فلاں چیز کو کیوں حرام کہتے ہیں، یا فلاں چیز کو حرام کیوں نہیں قرار دیتے۔ تو ہمیں اس طرح کے ماحول کے دباؤ میں آکر کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہئے۔ ایسا کرنا غلط ہے۔ یہ طریقہ غیر صالحانہ ہے۔ فقہی نظم و ضبط کا پوری طرح خیال رکھا جانا چاہئے۔ جس طرح ہم دیگر فقہی احکام کو، قرآن وسنت سے استنباط کے ذریعے، طے کرتے ہیں، اسی طرح اس مسئلے میں بھی قرآن وسنت کی طرف رجوع کریں اور اسی کے مطابق عمل کریں۔ امارات کو ان کی اپنی جگہ پر اور اصولوں کو ان کی اپنی جگہ پر رکھیں۔ شیعہ فقہاء کے پاس یہ جو عظیم فکری سرمایہ ہے، استنباط کے یہ طریقے اور یہ اسلوب جو رائج ہوئے ہیں اور جنھیں تقویت ملی ہے اور پختگی کی منزلوں میں پہنچ چکے ہیں انھیں ہر پہلو سے استعمال کریں اور فن و ہنر کے میدان میں بھی نتائج تک پہنچیں۔

ہمیں آپ کی اس نشست اور اس کانفرنس کے نتائج کا انتظار رہے گا۔ اگر زندگی رہی تو آپ کے اس کام کا، آپ کے اس عمل کا جو بالکل نئے انداز کا عمل ہے، نتیجہ اور اس کی پیشرفت کا ہم مشاہدہ کریں گے۔ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إلى يَوْمِ القِيَامَةِ[1]۔ دینی علوم کے مرکز میں آپ نے اس کام کا آغاز کیا ہے۔ ان شاء اللہ مستقبل میں جب لوگ اس میدان میں کام کریں گے اور اس عمل پر اجر الٰہی کے مستحق قرار پائیں گے تو یقیناً اس کا اجر آپ کو بھی پہنچے گا۔ آپ سب کے لئے کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔

۱۔ اصول کافی (ج۹) ص ۳۷۲